Resilience against Violence

قد چھوٹا، حوصلے بلند

سورج غروب ہونے کو تھا، بازار سے گزرتے ہوئے جب میں کچھ تصاویر اتارنے میں مصروف تھی، تب ہی میری نظر ایک ایسے انسان پر پڑی جو ہاتھوں میں کچھ تھیلیاں لیئے کھڑا چھوٹی پانچ روپے، بڑی دس روپے کی صدا لگارہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ایک عجیب سی تکلیف دِکھی، وہ مسلسل مجھے ہی دیکھے جارہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ اس شخص سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس کی کہانی ، مجھ پر ایک گہرا اثر چھوڑ گئی۔ مجھے یہ ہرگز اندازہ نہ تھا کہ، اتنے تکلیف دہ حالات سے گذرنے کے بعد بھی کوئی شخص اتنا باہمت اور پرامید ہوسکتا ہے۔حیدرآباد کے شاہی بازار کی تنگ گلیوں میں تھیلیاں بیچتا یہ شخص، پہلے بھی کوئی شاہانہ زندگی نہیں گزاررہا تھا، مگر جو اب حالات ہیں پہلے اس سے کئی گنا بہتر تھے۔ نومبر 2016 سے پہلے یہ شخص ایک اناج کی دکان پر بوجھ ڈھونے کا کام کرتا تھا اور اپنے خاندان کا پیٹ پالتا تھا ، اسکا خاندان اس سمیت 5 افراد پر مشتمل تھا ، 18 اور 17 سالہ دو بیٹیاں اور 15 سالہ ایک بیٹا اور بیوی شامل تھے۔دینی معاملات اور اولیاء اکرام کی کرامات پر پختہ عقیدہ یہ شخص بھی بہت رکھتا تھا اور پھر اکلوتے بیٹے کی بیماری اسے ہر سال شاہ نورانی کی درگاہ شریف تک لے جاتی ، پانچ سال کی عمر سے اسکے بیٹے فائق کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ لہذا ہر سال رجب اپنے بیٹے کے ساتھ بلوچستان میں واقع شاہ نورانی کی درگاہ پر حاضری دینے اس امید سے جاتا تھا کہ، اسکا بیٹا ایک دن ضرور ٹھیک ہوجائیگا۔ 2016 میں بھی رجب نے ارادہ کیا کہ شاہ نورانی پر حاضری دینے جانا ہے۔ کچھ جمع شدہ رقم اور سیٹھ سے کچھ ادھار لیکر یہ اپنے بیٹے کے ساتھ شاہ کہ مزار پر حاضری کیلئے روانہ ہوئے ، حاضری کے بعد جب درگاہ میں دھمال جاری تھی دونوں باپ بیٹے دھمال دیکھنے میں مصروف تھے ، اسی وقت وہاں ایک زور دار دھماکہ ہوا اور بھگدڑ مچ گئی ، جب دھواں کم ہوا اور مناظر دیکھنے

کے قابل ہونے تو انہوں نے خود کو زمین پر گرا ہوا پایا اور اپنے بیٹے کو تلاش کے لئے نظر دوڑائی تو بھیڑ اور دھوئیں کے باعث اسے دیکھنے سے قاصر تھے، اٹھنے کی کوشش کی تو اُٹھا نہ گیا، دائیں بازو میں شدید ٹیس اٹھی اور دائیں پیر کی ایڑھی بھی شدید درد میں تھی۔ درد کی شدت کے باعث زمین پر پڑے رہے، یہ سوچ کہ دل ڈوبا کہ ناجانے وہ کہاں ہوگا، اسی اثناء میں کتنا وقت گزرا پتا نہ چلا اور ریسکیو کے لئے کچھ لوگ آ پہنچے، جب لوگوں نے انہیں وہاں سے اٹھایا تو پتہ چلا کہ اسکا کاندھا اور پیر فریکچر ہوئے ہیں اور جسم پر مختلف چوٹوں کی وجہ سے یہ خون میں لت پت ہے مزار سے باہر لاتے لاتے وہ بے ہوش ہوگئے تھے۔ جب ہسپتال میں آنکھیں کھلی تو اگلی رات تھی اور کچھ عزیز اور بیوی کو اپنے پاس پایا پہلے تو کچھ سمجھ نہ سکا، مگر جب ذہن پر جمی گرد صاف ہوئی تو سب یاد آیا اور معلوم ہوا کہ انکی زندگی کا اکلوتا چشم و چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا ہے، ایک قیامت تھی جو اگلے ہی دن برپا تھی مگر لب خاموش رہے، اس واقعہ کے بعد کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا۔ رجب پیر سے معذور ہوگئے اور داہنا کندھا مزید بوجھ ڈھونے کے قابل نہ رہا، سیٹھ نے کام سے نکال دیا، مگر قرضہ معاف کردیا۔ بیوی اور بیٹیوں کی ذمہ داری بھی تھی اور بیٹے کا غم بھی۔ رجب محنت مزدوری کرنے کے قابل نہ تھے، مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو بھی راضی نہ تھے۔ وہ ایک مبہم امید کے ساتھ ایک نئی جانب گامزن ہوئے اور بازار سے کچھ تھیلیاں خرید کر بیچنا شروع کردی مگر امید نہ ہاری اور آج یہ جہاں جاتے ہیں امن کا پیغام دنیا کو دیتے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ اس حادثہ کے بعد انکا عقیدہ اور پختہ ہوگیاہے۔ وہ کہتے ہیں امن کے دشمنوں کو اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دینگے، انہیں خود پر حاوی نہیں ہونے دینگے اور نہ ہی انکی وجہ سے اپنے مذہب اور عقائد پر آنچ آنے دینگے۔ اس جنگ کا آغاز اس دن سے کرچکا تھے جس دن پھر سے شاہ نورانی جانے کا سوچا تھا اور رجب اب بھی ہر سال شاہ کی حاضری کو جاتے ہیں۔ رجب کا کہنا ہے کہ جب بھی شاہ کی حاضری کو جاتا ہوں، دھمال میں مجھے میرا فائق دھمال کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ میں اپنے ملک کے لوگوں سے یہی چاہتا ہوں کہ وہ دشمن

کے ارادے کمزور کرنے کے لئے اس جنگ میں حصہ لیں اور جو لوگ گھروں میں محصور ہوکر رہ گئے ہیں وہ بھی باہر نکلیں اور اپنی زندگی پھر سے شروع کریں اور امن دشمنوں کو بتائیں کہ انکے ارادے ناکام ہوچکے ہیں وہ ہم جیسی زندہ قوم کو کبھی ڈرا نہیں سکتے ۔ سالہاسال غربت سے جنگ لڑتے لوگ اپنے عقائد کے بہت مضبوط ہوتے ہیں دہشتگرد یہ کبھی نہیں جان پاتا کہ جنہیں وہ توڑنے اور جن میں وہ مذہبی انتشار پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں وہ پہلے ہی کتنی مرتبہ ٹوٹ کر جڑے ہیں ۔

یہ تصویر تھوڑی دھندلی اس لئے کی گئ ہے کہ یہ شخص

اپنی شناخت کسی بھی چینل پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا ۔

PURAZM AWARDS